بین الاقوامی کاؤنسل برائے اسلام

دنیا بحران کی زد میں ہے اور اس سے بھی بڑی مصیبت یہ کہ امت مسلمہ جسے ان نازک لمحات میں انسانیت کے نجات دہندہ کی حیثیت سے سامنے آنا چاہئے تھا، اپنے داخلی خلفشار میں گرفتار ہے۔ دنیا کے مرکزی اسٹیج سے امت مسلمہ کے غیاب نے ان لوگوں کو کھلی چھوٹ دے رکھی ہے جنھیں نہ تو کسی آسمانی ہدایت کی ہوا لگی ہے اور نہ ہی انھیں احترامِ آدمیت کا کوئی پاس ہے۔ ہم ایک ایسی خدا بیزار، اخلاق باختہ، بے سمت تہذیب کے شکنجہ میں پھنس گئے ہیں، جس نے عالمگیریت کے نام پر پوری دنیا کو عملاً ایک عالم گیر جہنم میں تبدیل کر دیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس سرزمین کے باشندوں پر مستقبل کے سلسلے میں شدید مایوسی اور کنفیوژن کی فضا طاری ہے۔ ہمیں یہ نہیں معلوم کہ اس بے سمت تہذیب کا اگلا قدم کہاں جا پڑے گا اور اس کے اسرار و عواقب کیا ہوں گے؟

آخری وحی کے حاملین کی حیثیت سے متبعین محمدؐ معاصر تاریخ میں ایک خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ اور اس کے رسولؐ نے یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ وہ مستقبل میں عالم انسانیت کی رہنمائی اور اس کی دادرسی کا فریضہ انجام دیں۔ البتہ اگر آج اس فریضہ منصبی کے باوجود مسلمان تاریخ کے حاشیے پر نظر آتے ہیں تو اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ عرصے سے اپنے بارے میں خودساختہ غلط فہمیوں کے اسیر ہیں۔ اوّلاً بجائے اس کے کہ وہ اپنے آپ کو خیر امت کی حیثیت سے دیکھتے جس پر پوری انسانیت کے مستقبل کا انحصار ہو اور جس کے ذمہ اللہ نے زمین پر عدل کے قیام کا فریضہ عائد کیا ہو، مسلمان صدیوں سے اپنے مسائل میں الجھ کر رہ گئے ہیں۔ اب وہ تمام امور پر خالص قومی نقطۂ نظر سے دیکھنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ دوسروں کی بھلائی کے لئے برپا کی جانے والی امت کا حال یہ ہے کہ اس کی نگاہ اپنے قومی امور اور ملّی فلاح و بہبود سے آگے نہیں دیکھ پاتی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پوری دنیا کی سیادت پر فائز کیا تھا لیکن وہ اپنی پیدا کردہ غلط فہمیوں کے زیر اثر دنیا کو دارالاسلام اور دارالکفر کی فقہی اصطلاحوں میں دیکھنے کے اس حد تک اسیر ہوئے کہ بسا اوقات ایسا محسوس ہوا گویا اس مفروضہ دارالکفر سے اہل اسلام کا کچھ بھی علاقہ نہیں۔ ثانیاً قرآن مجید نے متبعین محمدؐ پر تاریخ کے آخری لمحے تک اقوامِ عالم کی رہنمائی کا جو فریضہ عائد کیا تھا اس میں انبیائے سابقین کی امتوں اور دوسری تہذیبوں میں پائی جانے والی سپرد کردہ نفوس کو فطری حلیف کے طور پر پیش کیا گیا تھا۔ گویا توحید

خالص کی بنیاد پر عدل وانصاف کے قیام میں ہانکے پکارے ہر ایک کو اس کی بساط بھر شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ لیکن افسوس کہ آنے والے دنوں میں قرآن کی یہ وسیع القلبی بعض سیاسی عوامل کے زیر اثر فقہاء کی قیل وقال کی نظر ہوگئی۔ جو لوگ ہمارے فطری حلیف ہو سکتے تھے انھیں حریف کے طور پر دیکھنے کا رواج پیدا ہوا اور مسلمانوں میں اس خیال نے قبولیت حاصل کر لی کہ ہم بھی دوسری امتوں کی طرح بس ایک امت ہیں جن کے لئے اپنی ملی زندگی کی ترتیب وتدوین دیگر اقوام سے الگ رہ کر ہی انجام دینے میں عافیت ہے۔ ثالثاً متبعین محمدؐ مجموعی طور پر اس بات کے سزاوار قرار دیئے گئے تھے کہ وہ وحی کی روشنی میں تاریخ کے آخری لمحے تک اقوام عالم کی قیادت کا فریضہ انجام دیتے رہیں۔ آخری رسولؐ کا تصور فی نفسہ اس بات کا اعلان تھا کہ متبعین محمدؐ کو آپؐ کے غیاب میں کارِ نبوت کا فریضہ انجام دیتے رہنا ہے۔ یہ اتنی بڑی ذمہ داری تھی کہ اس کارِ عظیم کے لئے پوری امت کو ہر لمحہ آنکھیں کھلی اور دل ودماغ کو بیدار رکھنا ضروری تھا۔ اگر ایسا ہوا ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ تاریخ پر امت کی گرفت ڈھیلی پڑتی۔ لیکن عملاً ہوا یہ کہ قرآن مجید سے اس راست رابطے کا کام امت نے صرف طبقۂ علماء کے ذمہ کر دیا اور وہ خود من حیث الامت راست قرآن مجید پر انحصار کے بجائے علماء پر انحصار کے عادی ہوتے گئے۔ دوسری طرف علماء تصورِ علم کے سلسلے میں اپنے پیدا کردہ التباسات کے زیرِ اثر وحی کی روشنی سے مسلسل دور ہوتے گئے۔ صورتِ حال یہاں تک آپہنچی کہ قدماء کے اقوال اور ان کی فکری جولانیاں نئے علماء کا مبلغِ علم بنتے گئے۔ آگے چل کر اس صورت حال نے نئے تازہ خیالات کے امکانات ختم کر دیئے۔ پوری امت اس بندر صفتی کی زد میں آگئی جس کا بیان قرآن مجید میں اہل یہود کے حوالے سے حصولِ عبرت کے لئے آیا ہے: ''وکونوا قردۃ خاسئین''۔ رابعاً اسلام میں طبقۂ علماء کا قیام ایک بڑی بدعت تھی۔ یہ گویا پھر سے دینِ براہیمی میں احبار ورہبان کے ادارے کو زندہ کرنا تھا۔ عوام اس خیال سے مطمئن رہے کہ قندیلِ ربّانی کی حفاظت کا کام علماء نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے، کارِ نبوت کے سلسلے میں وہ چاق وچوبند ہیں اور دوسری طرف علماء اس مغالطے کے اسیر ہوگئے کہ پچھلوں نے غور وفکر کا سارا کام انجام دے ڈالا ہے۔ قرآن مجید سے ساری ہدایات مستخرج ہو کر اب دواوین فقہ میں مدوّن ہو چکی ہیں۔ اب دل ودماغ کو حرکت دینے کے بجائے ان کا کام صرف یہ ہے کہ وہ قدماء کے اقوال سے لوگوں کو باخبر کرتے رہیں۔ اس صورت حال نے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں قرآن مجید کے راست دخل کو عملاً معطل کر دیا۔ خامساً طبقۂ علماء جنہیں وارثین نبوت کا درجہ حاصل ہوگیا تھا، ان کا اوڑھنا بچھونا قدماء کے اقوال اور ان کے تحریر کردہ حواشی تھے۔ ان کے یہاں علم کا مفہوم انتہائی محدود ہو کر ان کتب تک محدود ہوگیا تھا جو پچھلی صدیوں میں نقلی اور عقلی علوم کے حوالے سے قدماء میں معروف رہے تھے۔ عالم کی قرآنی تعریف کہ کائنات پر غور کرتے ہوئے اس پر خشیت طاری ہو جاتی ہے، سے یہ مروجہ علماء کوسوں دور تھے۔ ﴿فاسئلوا اهل الذکر﴾ کے حوالے سے اہل فتاویٰ نے اپنے لئے جو گنجائش پیدا کر رکھی تھی کسی کے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہیں آتی تھی کہ اس آیت کا سباق دراصل

علمائے اہل یہود ہیں۔طبقۂ علماء کے قیام اور انہیں دینی اتھارٹی کی حیثیت مل جانے سے گویا اسلام میں ایک طرح کی یہودیت داخل ہوگئی۔نتیجہ یہ ہوا کہ سیادت عالم پر فائز کی جانے والی امت علم کے حوالے سے ایسی فقہی موشگافیوں کی اسیر ہوگئی جن کی تمام تر جولانیاں چند مسائل تک محدود تھیں۔نتیجہ یہ ہوا کہ تاریخ پر امت کی گرفت ڈھیلی پڑتی گئی۔

امتِ مسلمہ کا زوال صرف مسلمانوں کا قومی نقصان نہیں۔واقعہ یہ ہے کہ آخری وحی کو منجمد کئے دینے اور اسے اہل یہود کی طرح کتاب برکت میں تبدیل کردینے کی وجہ سے پوری انسانی تاریخ بحران کی زد میں آ گئی ہے۔گذشتہ چند صدیوں میں دنیا کے مختلف ملکوں میں علوم کی ترقی اور انسانی زندگی کو بہتر بنائے جانے کی تمام تر اسکیمیں وحی سے بے نیاز ہو کر بنائی گئی ہیں۔اس لئے ہماری ترقیاں مسلسل نئے نئے مسائل کو جنم دینے کا باعث بنی ہیں۔احترامِ آدمیت کا خاتمہ، پیداوار کی جنونی دوڑ، چند ہاتھوں میں دولت کا ارتکاز، اسلحوں کی عالمی صنعت، ماحولیات کی تباہی اور دنیا کا ایٹمی بھٹی میں تبدیل ہوجانا، یہ وہ صورتحال ہے جس سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم ایک ایسی دنیا پر سوار ہیں جس پر ہماری گرفت ڈھیلی پڑگئی ہے۔مہیب، خوفناک مستقبل کے خوف سے ہم لرزے جاتے ہیں۔صورت حال کی اس سنگینی کا ادراک اب بڑی حد تک عام ہوتا جارہا ہے۔مسلمانوں کے علاوہ دوسری تہذیبوں میں پائی جانے والی سعید روحیں بھی اس خیال کا برملا اظہار کر رہی ہیں کہ پیغمبروں کے ورثے سے مکمل غفلت اور وحی ربانی سے ہماری مزید بے نیازی کی اب کچھ زیادہ گنجائش نہیں۔دنیا کو موجودہ بحران سے نجات دلانے کے لئے مختلف مذاہب کے علماء و مفکرین گاہے بہ گاہے مشترکہ جدوجہد کی آواز بھی بلند کر رہے ہیں۔امت مسلمہ کی خودساختہ معزولی کے نتیجے میں پیدا ہونے والے اس بحرانِ عظیم کی ماہیت کا صحیح اندازہ البتہ ہمارے یہاں ابھی تک عام نہیں ہوا ہے۔ہم آج بھی خیرامت کا ورد کرنے اور اپنے اردگرد تلخ حقائق سے آنکھیں بند کئے رکھنے میں عافیت سمجھتے ہیں۔

ایک ایسی صورت حال میں جب اقوامِ عالم میں کسی اخلاقی، مذہبی اور الوہی ہدایت کی ضرورت کا احساس شدید ہو چلا ہو اور جب لوگ بلا تکلف اس ضرورت کا اظہار کر رہے ہوں کہ دنیا کو موجودہ بے سمتی سے نجات دلانے کے لئے تمام ہی تہذیبوں میں پائی جانے والی سعید روحیں مشترکہ فکر و عمل کی بناء ڈالیں، آخری وحی کے حاملین کی ذمہ داری پہلے سے کہیں دو چند ہوگئی ہے۔لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وحی کی جگمگاتی روشنی سے دنیا کو روشناس کون کرائے؟ آخر کون ہے جو قرآن مجید کو انسانی افکار والتباسات کی دھند سے بے نقاب کر سکے؟ گویا فی زمانہ کارِ نبوت کا فریضہ انجام دے تو کون؟

جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ طبقۂ علماء کو صورت حال کی سنگینی کا یا تو اندازہ نہیں یا پھر وہ صدیوں سے حساس اجتماعی امور پر خاموشی اختیار کئے رکھنے کو ہی اپنا وطیرہ سمجھ بیٹھے ہیں۔قدیم فقہی دائرۂ فکر کے اسیر ہونے کی وجہ سے بھی ان سے اس بات کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اولاً وحی کو راست غور و فکر کا محور بنانے کی دعوت دے سکیں گے اور یہ کہ ان کی یہ دعوت دوسرے فقہی خیموں

سے وابستہ علماء کے لئے قابل قبول بھی ہوگی یا نہیں۔ پھر یہ کہ تاریخ کے موجودہ انحراف کی درستگی کے لئے طبقۂ علماء پر مکمل انحصار گویا قرآن مجید کی اس صدائے انقلاب کی نفی ہوگی جس میں اس نے احبار ورہبان کے کسی طبقہ کی سخت مخالفت کی ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فریضہ بتایا ہے کہ وہ ﴿یضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم﴾ (الأعراف:۱۵۷)۔ تشریح وتعبیر کا حق جب کسی مخصوص طبقہ کا اجارہ نہیں تو پھر صرف کسی ایسے طبقے کو کارِ نبوت کا سزاوار سمجھنا بھی مزید خوش گمانیوں کو جنم دے گا۔ بلکہ سچ پوچھئے تو آج طبقۂ علماء کے مقابلے میں عام سلیم الطبع انسان قرآن سے راست اکتساب کے لئے کہیں زیادہ موزوں ہے کہ اس کا ذہن قدماء کی تفسیر وتعبیر کے تحفظات سے یکسر آزاد ہے۔ قرآن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ ﴿ھدی للمتقین﴾ ہے جس سے ہر خاص وعام اکتسابِ فیض کرسکتا ہے۔ یہ صرف مسلمانوں کی مذہبی کتاب نہیں بلکہ عالم انسانیت کا اجتماعی سرمایہ ہے۔ کسی ایسی کتاب ہدایت کو کسی طبقہ مخصوص کی تشریح وتعبیر کا مرہون منت نہیں قرار دیا جاسکتا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ آخری وحی کے حاملین ہر قسم کے ذہنی تحفظ سے اوپر اٹھ کر اس کتابِ ہدایت کو اقوامِ عالم کے لئے غور وفکر کا مشترکہ ایجنڈا بنائیں۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جس کتاب سے پوری انسانی تاریخ کا مستقبل وابستہ ہو اس کی حتمی تشریح وتعبیر کا حق انسانوں کے ہی ایک طبقہ کو سونپ دیا جائے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم قرآن پر قاضی بننے یا خود کو religious authority سمجھنے کے بجائے قرآن کو بلا کسی پس وپیش قاضیٔ برحق کی حیثیت سے قبول کرلیں۔ گویا قرآن مجید ہماری رہنمائی میں نہ چلے بلکہ ہم اس کی رہنمائی کے آگے پوری طرح سر جھکا دیں۔

مسلمانوں پر ہی کیا موقوف وہ تمام لوگ جو خود کو الٰہ واحد کا پرستار سمجھتے ہیں، ان کا تعلق خواہ کسی قوم یا تہذیب سے ہو، وہ بھی اگر کسی تعصب کے زیرِ اثر قرآن مجید کو مسلمانوں کی کتاب سمجھ کر اس سے بے نیازی برتتے ہیں تو ایسا سمجھنا انسانیت کے ایک عظیم ورثے کی نفی ہوگی اور خود ان مذاہب کی بنیادی روح کی بھی جس کے وہ خود کو امین سمجھتے ہیں۔ ہم اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ اسلام تمام انبیاء کا دین ہے۔ ابراہیمؑ واسمٰعیلؑ، اسحٰقؑ ویعقوبؑ، موسیٰؑ وعیسیٰؑ اور دیگر انبیائے کرام کے تمام سلسلے اسی خدائے واحد کی بندگی کی دعوت دیتے رہے ہیں جس کی بنیاد پر آج بھی وحدتِ آدمیت کی تشکیل کا خواب ممکن ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلام کو مسلمانوں کی قومی شناخت کے بجائے عبودیت کے رویے کے طور پر دیکھا جائے۔ اللہ کو یہ ہرگز مطلوب نہیں کہ اس کے بندے خود اس کے دین کی بنیاد پر باہم منتشر اور متحارب ہوجائیں بلکہ وہ تو یہ چاہتا ہے کہ توحید کی قوت پوری انسانیت کو ایک ایسی نظریاتی وحدت میں پرودے جہاں تمام جھوٹی شناختیں اپنا اعتبار کھودیں۔ موجودہ دنیا میں اسلام کی واپسی کسی مخصوص قوم کے غلبہ پر ہرگز منتج نہ ہوگی بلکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حق وباطل کے معرکے میں دنیا کے تمام سپرد کردہ نفوس، خواہ وہ کسی بھی تہذیب میں پائے جاتے ہوں، اپنے اندرون میں فتح وکامرانی کی یکساں طمانیت محسوس کریں۔

اسلام کے اس آفاقی پیغام کو بروئے کار لائے بغیر دنیا کی بے سمتی کا ازالہ نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی یہ ممکن ہے کہ وحی سے بے نیاز ہو کر اللہ واحد کے سچے پرستار طمانیت سے سرشار ہو سکیں۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ تمام ہی انبیائے کرام پر بھیجی گئی وحی انسانیت کا اجتماعی سرمایہ ہے۔ ہم جو خدائے واحد کے آگے سرِتسلیم خم کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، کسی بھی آسمانی کتاب یا کسی بھی نبی کی تکذیب کی جرأت نہیں کر سکتے اور نہ ہی ہمارے لئے یہ ممکن ہے کہ خدا کے اس آخری آفاقی پیغام کو از سرِنو عام کرنے میں دیگر تہذیب کے نفوس کو اس میں شرکت سے روکے رکھیں۔

'انٹرنیشنل کاؤنسل آن اسلام' مسلمانوں کے علاوہ دیگر انبیاء کے متبعین کو بھی ﴿کلمۃٌ سواء﴾ کی بنیاد پر فکر و عمل کے لئے میدان فراہم کرے گا۔ امید ہے آپ ہر طرح کے ذہنی تحفظ سے بالاتر ہو کر انسانیت کی عمومی فلاح کی خاطر، دنیا کو موجودہ بے سمتی سے نجات دلانے کے لئے، ہماری اس دعوت کو قبول فرمائیں گے۔ دنیا بھر سے چوٹی کے علماء و مفکرین اور مختلف میدانوں کے رہنماؤں کو اس فورم میں شرکت کی دعوت دی جا رہی ہے تاکہ عالمی بحران کے ازالے کے لئے کسی واقعی منصوبہ بند عالمی سطح کی کوشش کا مخلصانہ آغاز ہو سکے۔ کاؤنسل گاہے بہ گاہے اپنے اجلاس منعقد کرے گی جس کا مقصد ﴿فاستبقوا الخیرات﴾ کی فضا کو عام کرنا ہوگا۔

دعا ہے انسانی تاریخ کے بحران کو درست کرنے میں اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے۔